تزکِ حیات

سلیم الزماں صدیقی، ایم بی ای

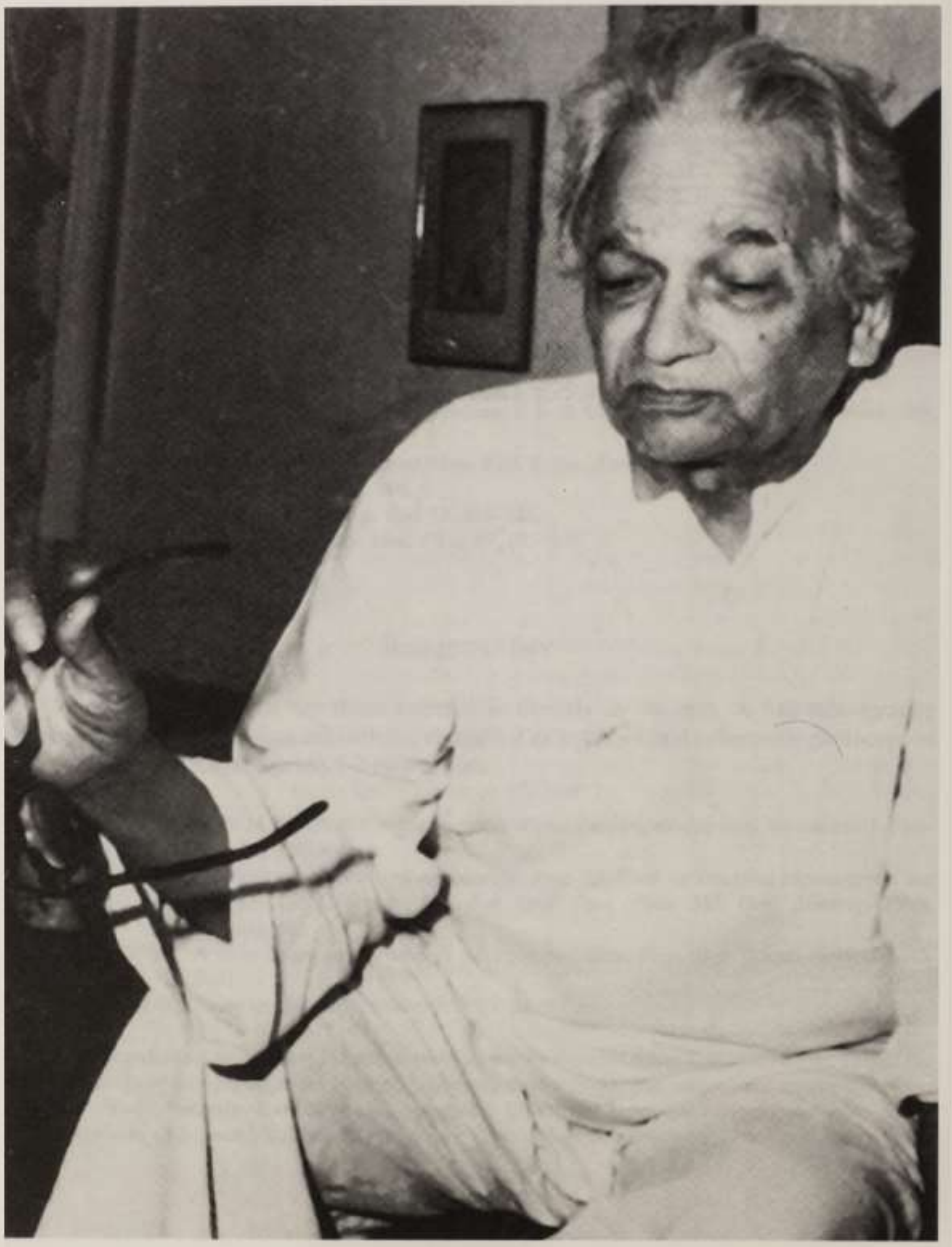

تزکِ حیات

سلیم الزماں صدیقی، ایم بی ای

۱۹/ اکتوبر ۱۸۹۷ء - ۱۴/ اپریل ۱۹۹۴ء

منتخب ایف ۔ آر۔ ایس (۱۹۶۱)

مصنف: **محمد اختر** (ای۔ آر۔ ایس)

شعبہ بائیو کیمسٹری ، یونیورسٹی، باسیٹ کریسنٹ ایسٹ،

PX 7610 S، ساؤتھ امپٹن ، یو کے

مترجم: **ڈاکٹر محمد سہیل گادی والا**

ڈپٹی ڈائریکٹر/ ماہر کمپیوٹر (سابقہ)

محکمہ موسمیات پاکستان۔ کراچی

سلیم الزمان صدیقی بیسویں صدی کی ان چند سائنسی شخصیات میں سے ایک ہیں جنہوں نے ایک حقیقی نشاۃ ثانیہ کے انسان ہونے کا حقیقی دعویٰ کیاہے۔ ان کی ابتدائی جامعہ (یونیورسٹی) کی تعلیم فلسفہ میں تھی، ایک ایسا مضمون جس کے لئے انہوں نے تاعمر ولولہ برقرار رکھا۔ انہوں نے شاعری کی اور ماضی کے عظیم اردو اور فارسی شاعروں کے کام کو سراہا۔ وہ اپنی طویل زندگی کے آخری سالوں تک مشرقی اور یورپی کلاسیکی موسیقی سے مسحور رہے۔ وہ جدید مصوری کے ایک علامتی وکیل تھے اور وہ ایک مصور کے طور پر نام بنا سکتا تھے۔ سب سے بڑھ کر، وہ اعلیٰ ترین معیار کے ایک قدرتی (مصنوعات) ماحاصل کیمیاداں تھے جس میں برصغیر پاک وہند کے پودوں سے فطری فعال تالیفی مرکبات کو الگ تھلگ کرنے کی صلاحیت تھی۔ جن کے ساخت، جب دوسروں کے ذریعے طے کیے جاتے تھے، ان میں انوکھی تعمیراتی خصوصیات پائی جاتی تھیں۔ صدیقی ایک باصلاحیت تجربہ کار، ایک بے حد مہذب اور کرشماتی آدمی تھے۔

ابتدائی زندگی (۱۸۹۷ء۔ تا۔ ۱۹۲۰ء)

سلیم الزمان صدیقی انیسویں صدی کے آخر میں 19 اکتوبر 1897 کو لکھنؤ کے قریب، اس وقت کے مسلم ہندوستان کے ثقافتی مرکز صوبیہ (ضلع بارہ بنکی) میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد شیخ محمد زمان، ادب، شاعری اور خطاطی میں گہری دلچسپی رکھتے تھے، کا تعلق زمینداروں کے طبقے سے تھا۔ اسی طرح کی فنکارانہ روایت ان کی والدہ کی طرف سے چلی، جن کے والد فارسی ادب اور شاعری کے عالم تھے اور عظیم دھاتوں میں تبدیلی کے کیمیاء گری کی جستجو میں گہرا حصہ لیتے تھے۔ بچپن کے فنی گھریلو ماحول کا صدیقی پر دیرپا اثر تھا، جس وہ بارہا یاد کرتے ہیں:

> میرے بڑے بھائی، سمیع الزمان اپنے ابتدائی دنوں سے ہی ڈرائنگ، مصوری اور مجسمہ سازی میں اس حد تک مشغول تھے کہ بمشکل میٹرک مکمل کرنے کے بعد، انھوں نے کلکتہ اسکول آف آرٹ میں شمولیت اختیار کی اور مشہور بنگال اسکول آف پینٹنگ کے بانی رابندر ناتھ ٹیگور کے شاگردی اختیار کی۔ مصوری میں ان کی اپنی پسند اور سمت، تاہم، ابتدائی مغل اسکول آف منی ایچر مصوری تھا۔ وہ پیشے کے لحاظ سے ایک مصور بن گئے اور مغل اسکول کے بے ترتیب دور کے آخری نمائندے کے طور پر پہچانے جاتے ہیں۔ میں ایک نوجوان لڑکے کے طور پر اس میں اپنی گہری دلچسپی کو واضح طور پر یاد کرتا ہوں، اسے اس کی واسلی تکنیک پر گھنٹوں کام کرتے ہوئے دیکھتا ہوں، جو ایک ہاتھ سے بنے ہوئے کاغذ پر شروع ہوتی تھی، ایک ابتدائی پنسل کے خاکے کے ساتھ جو پھر بڑی محنت سے رنگوں سے بھرا ہوتا تھا۔

ان کے والد کا انتقال اس وقت ہوا جب وہ بمشکل دس سال کے تھے اور صدیقی کی پرورش کی ذمہ داری، جیسا کہ برصغیر میں رواج ہے، ان کے بڑے بھائی نے سنبھالی۔ بچپن میں انھوں نے فارسی مصنفین کے کلاسیکی کام کا مطالعہ کیا، غالباً اپنے آبائی شہر میں اور پھر اسے کوئینز ہائی اسکول میں پڑھنے کے لیے لکھنؤ بھیج دیا گیا۔ متوسط طبقے کے ہندوستانی، ہمیشہ، اپنے بچوں کے لیے انجینئر یا ڈاکٹر بننے کی خواہش رکھتے ہیں۔ صدیقی کے خاندان کی خواہش تھی کہ وہ ڈاکٹر بننے کا ارادہ کریں۔ نتیجتاً اسکول میں انھوں نے ۱۲/ سال کی عمر سے سائنس کی تعلیم حاصل کی، حالانکہ انہیں سائنس کے مضامین میں کوئی حقیقی شغف نہیں تھا۔ اس کے باوجود، انہوں نے ۱۹۱۴ء میں کامیابی کے ساتھ میٹرک کیا اور میڈیکل اسکول میں داخلے کی شرط کو پورا کرنے کے لیے علی گڑھ کے مسلم اینگلو اورینٹل کالج (جو بعد میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ بنا) میں انٹر میڈیٹ سائنس کی اہلیت کے لیے پڑھنے کے لیے بھیجا گیا، انھوں نے کامیابی کے ساتھ ۱۹۱۶ء میں نصاب مکمل کیا۔ تاہم صدیقی کا دل طب پر قائم نہیں تھا اور انھوں نے اپنے بھائی کو لکھا کہ وہ رضامندی حاصل کریں کہ انہیں ڈگری کے لیے فلسفہ اور فارسی ادب کا مطالعہ کرنے کی اجازت دی جائے۔ متوقع ناراضگی کم کرنے کے لیے، انھوں نے اپنے بھائی کو یقین دلانے کی کوشش کی کہ گریجویشن کے بعد وہ اپنی طبی تعلیم دوبارہ شروع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آپ کے بھائی کا ابتدائی ردعمل تھا کہ اس طرح کے عمل سے دو سال کا عرصہ غیر ضروری طور پر ضائع ہو جائے گا، منفی تھا۔ تاہم، ایک طویل خط و کتابت کے بعد، پرعزم صدیقی اپنے بھائی سے تذبذب شدہ رضامندی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے اور ۱۹۱۸ء میں مسلم اینگلو اورینٹل کالج علی گڑھ سے فلسفہ اور فارسی ادب میں گریجویشن کرنے کے بعد بمبئی میں گرانٹس میڈیکل کالج میں حسب وعدہ مطالعہ شروع کیا۔ جیسا کہ ادارے کی ضرورت تھی، انھوں نے پہلے سال میں بنیادی علوم کی تعلیم حاصل کی اور ایک سال بعد ۱۹۱۹ء میں کوالیفائنگ کا امتحان پاس کیا۔

برطانیہ، سیاسی دفاع اور جرمنی، ۱۹۲۰ء۔ تا ۱۹۲۷ء

اس کے بعد منصوبہ میں تبدیلی آئی اور بمبئی میں تعلیم جاری رکھنے کے بجائے صدیقی کو طبی تربیت کے لیے یونیورسٹی کالج، لندن بھیج دیا گیا، جہاں وہ ۱۹۲۰ء کے آخر تک رہے۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد بعد برطانوی شاہی حکومت نے بغیر کسی مخالفت کے تقریباً نصف صدی تک ہندوستان پر حکمرانی کرنے میں کامیاب رہا۔ بعد ازاں متعدد مقامی اور بین الاقوامی عوامل نے ہندوستانی قوم پرستی کو دوبارہ زندہ کرنے کی سازباز کی۔ پہلی جنگ عظیم کے اختتام تک یہ قوم پرستی کسی حد تک عروج پر پہنچ چکی تھی۔ جب تمام رنگ و نسل کے ہندوستانیوں میں برطانوی راج

کی مخالفت بڑھتی جارہی تھی۔ ۱۹۲۰ء ہندوستانی تاریخ کے ایک نادر موقع کا گواہ بنا جب ہندو اور مسلمان ایک پلیٹ فارم سے اپنی مخالفت کا اظہار کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ گاندھی نے حکومت کے خلاف ایک علاج کے طور پر عدم تعاون کی پالیسی کو اپنانے کا اعلان کیا، جس کے لئے انہوں نے کہا کہ 'انہوں نے نہ تو احترام اور نہ ہی پیار برقرار رکھا'۔ ہندوستانی انگریزوں سے اپنی ناراضگی ظاہر کرنے کے لیے ہر طرح کے منصوبوں کا سہارا لے رہے تھے۔ صدیقی کے بھائی اور سرپرست، چوہدری خلیق الزمان*، جو ایک سیاسی کارکن اور مسلم لیگ کے ایک سرکردہ رکن تھے، نے صدیقی کو برطانیہ سے نکل جانے کا کہہ کر اپنے انگریز مخالف جذبات کا اظہار کیا، اور برطانوی زخم پر نمک چھڑکنے کے لیے انہیں مشورہ دیا کہ وہ برطانیہ چھوڑ کر جرمنی چلے جائیں۔ اس وقت، ایک ہندوستانی کے لیے، جرمنی کے ساتھ دوستی کو فروغ دینا انگریزوں کے خلاف ایک اعلیٰ عداوت کا ثبوت تھا، حالانکہ اس معاملے میں جرمنی کا انتخاب اہلیت کی بنیاد پر درست تھا۔

* سلیم الزمان کے چار بھائی (خلیق الزمان، سمیع الزمان، سعید الزماں اور مشفق الزمان) اور دو بہنیں (شکیل النساء اور ضمیر النساء) تھیں۔

اس طرح صدیقی کے لیے طب کی تعلیم سے بچنے کا سنہری موقع ہاتھ آیا اور انھوں نے نامیاتی کیمیاء پڑھنے کا فیصلہ کیا۔ انھوں نے اس مضمون کے لیے اپنے اندر گہری دلچسپی پیدا کی، جو طب کے طلباء کو پڑھائے جانے والے بنیادی سائنس مضمون کا ایک جزو تھا۔ انھوں نے ۱۹۲۱ء میں یونیورسٹی آف فرینکفرٹ مین میں داخلہ حاصل کیا اور بالترتیب پہلے اور دوسرے وربینڈ امتحانات دے کر کیمیاء میں ایک باقاعدہ بنیادی سند حاصل کی، جو کہ جرمنی کی بیچلر آف سائنس ڈگری کے برابر ہے۔ عام طور پر قدرتی مصنوعات اور خاص طور پر نامیاتی مرکبات کے ساتھ ان کی طویل وابستگی پروفیسر جولیس وان براؤن کی نگرانی میں ڈاکٹریٹ کے کام کی شروعات کا باعث ہوئی۔ انہیں ۱۹۲۷ء میں سے اپنے مقالے پر جس کا عنوان تھا "علم قہوین (کیفین) میں شراکت اور بی۔ وائی غیر سیر شدہ باقیات": جرمن ('Beiträge zur Kenntnis des Kodeins und der β-Y -Ungesättigten Reste')
انگریزی: (Contributions to the knowledge of caffeine and the B y unsaturated residues)
پر پی ایچ ڈی کی سند سے نوازا گیا۔

ادارہ تحقیقات، آیورویدک اور یونانی طبی کالج، دہلی، ۱۹۲۸ء تا ۱۹۴۰ء

ایک اور واقعہ، صدیقی نے اپنے ڈاکٹریٹ کا مقالہ مکمل کرنے سے دو سال پہلے، اپنی مستقبل کی تحقیق کے پورے راستے کا نقشہ تیار کر لیا تھا، اگر زندگی رہی اور اگر نہیں تو۔ حکیم اجمل خان ہندوستانی طب کے ایک مشہور افسانوی ماہر تھے۔ انہوں نے محض جنبش نبض

کی کیفیت اور مختلف دیسی پودوں کے عرقیات کے معقول امتزاج کو ذریعہ علاج کر کے مطبی تشخیص کا تحفہ یکجا کیا۔ وہ ایک طبی وفد کے رکن کے طور پر ترکی گئے تھے اور موقع کی مناسبت سے یورپ کے دورے کیا۔ پیرس سے انہوں نے ایک ٹیلی گرام بھیجا جس میں صدیقی کو ان سے ملنے کی دعوت دی۔ عظیم حکیم نے صدیقی کو مشورہ دیا کہ جرمنی میں ڈاکٹریٹ کی تکمیل کے بعد وہ آیورواڈک اور یونانی طبی کالج، دہلی میں ہندوستانی ادویاتی پودوں کے فعال اجزاء پر کام کرنے کے لیے ایک ادارہ قائم کریں، جس کے وہ اس وقت پرنسپل تھے۔ صدیقی کو آمادہ کرنے کے لیے حکیم اجمل خان نے دو سال کے لیے تعلیمی وظیفہ (اسکالرشپ) کی پیشکش کی جس سے سلیم الزمان جرمنی میں اپنی تعلیم مکمل کر سکے۔ صدیقی نے دونوں پیشکشوں کو قبول کر لیا، شکریہ ادا کیا اور وعدہ کیا کہ وہ کالج میں اپنی متوقع تنخواہ سے اسکالرشپ کی قیمت بتدریج واپس کر دیں گے۔ بدقسمتی سے ۱۹۲۸ء میں صدیقی کے جرمنی سے واپس آنے سے چند ماہ قبل حکیم اجمل خان کا انتقال ہو گیا۔ تاہم، کالج کے متولیان (ٹرسٹیز) نے اس عزم کا احترام کرتے ہوئے صدیقی کو تجربہ گاہ (لیبارٹری) سے لیس کرنے کے لیے مبلغ چالیس ہزار (۴۰،۰۰۰) روپے اور تحقیقی متعلمات (ریسرچ اسکالرز) کی تقرری کے لیے ہر ماہ مبلغ یک صد (۱۰۰) روپے کے چار وظائف کی پیشکش کی۔ تحقیق کا کام بغیر کسی تاخیر کے شروع کیا گیا، ابتدائی طور پر بھارتی ادارہ تحقیقات برائے علوم (انڈین انسٹی ٹیوٹ آف سائنس)، بنگلور میں اور بعد ازاں بنیادی ڈھانچے کی تکمیل کے بعد ستمبر ۱۹۲۹ء میں ادارہ تحقیقات، آیورواڈک اور یونانی طبی کالج، دہلی میں منتقل کر دیا گیا۔ تفصیلی مطالعہ کے لیے منتخب کیے گئے تین ادویات کے پودے چھوٹی چندن {اسرول} {چندرا} (راؤول فیا سرپینٹینا)، اندرجو تلخ (ہولارینا اینٹیڈیسینٹیریکا) اور چاسکو {چاسکو} (کیسیا ابس) تھے۔

چھوٹی چندن {چندرا} (راؤول فیا سرپینٹینا)

اس پودے کی جڑ کو ہندوستان میں صدیوں سے طبی طور پر استعمال کیا جا رہا ہے اور حکیم اجمل خان نے اس صدی میں بلند فشار خون، اختناق الرحم (ہسٹیریا)، پاگل پن کے علاج اور سانپ کے ڈسنے کے تریاق کے طور پر استعمال کیا ہے۔ پودے کی حیرت انگیز خصوصیات اس کے انتخاب کا محرک بنا، اور اس منصوبے پر کام ایک پی ایچ ڈی طالب علم، رفعت حسین صدیقی (سلیم الزمان صدیقی کا کوئی رشتہ نہیں) کو تفویض کیا گیا۔۔ چوتھائی صدی بعد لاہور میں ڈاکٹر رفعت حسین صدیقی کے زیرِ اثر راقم (مصنف: محمد اختر) نے کیمیائی تحقیق کی ابجد سیکھی۔

اس اہم تحقیقات میں دونوں صدیقیوں نے راؤول فیا اسرپینٹینا کی جڑوں سے الگ تھلگ پانچ مکمل طور پر نئے نامیاتی اساس (الکلائیڈز) کو قلم اشکال میں ڈاھلا اور اس کام کی اطلاع جرنل آف انڈین کیمیکل سوسائٹی میں ۱۹۳۱ء سے ۱۹۳۵ء کے درمیان شائع ہونے والے متعدد مقالوں میں دی گئی (رفعت حسین صدیقی، ۱۹۳۱ء، ۱۹۳۲ء، ۱۹۳۵ء)۔ شاندار پیلے رنگ کے قلم (کرسٹل) کے طور پر حاصل کیے گئے نامیاتی اساس (الکلائیڈز) میں سے دو کا نام سرپینٹائن اور سرپینٹائینین رکھا گیا تھا، جب کہ تین بے رنگ مجردات کو عظیم حکیم (طبیب) کے نام نامی پر اجملین، اجملیسین اور اجملینین رکھے گئے۔ کچھ سال بعد، ہم۔اجملائن (آئسو اجملائن) اور نو۔اجملائن (نیواجملائن) کو مؤخر الذکر طبقے میں شامل کیا گیا۔ صدیقی اس بحث کو یاد کرتے ہیں جو نامیاتی اساس (الکلائیڈز) کے اجملین گروپ کے ناموں میں گھیر اتھا:

یہ نوٹ کرنا دلچسپی کا باعث ہے کہ بعض سائنس دانوں نے پودے کے نامیاتی اساس (الکلائیڈز) کا نام کسی شخص کے نام پر رکھنے پر اعتراض کیا تھا، جیسا کہ عام طور پر کیا جاتا ہے، پودے کی نباتاتی یا مقامی زبان کے نام کے بعد۔ بالآخر یہ اختلافی بحث ۱۹۳۳ء میں ادارہ تحقیقات برائے نامیاتی اساس (انسٹی ٹیوٹ آف ریسرچ آن الکلائیڈز)، ماسکو کے ناظم (ڈائریکٹر) مرحوم پروفیسر اوریچیف کو بھیجا گیا، اور انہوں نے انار سے کشید کئے گئے نامیاتی اساس (الکلائیڈز) کی مثال دیتے ہوئے، فرانسیسی سائنسدان پیلیٹیئر کے نام پر پیلیٹیر ائن کے نام سے منسوب نام اجملین کو برقرار رکھا۔

ایک اور معمولی انامیاتی اساس (الکلائیڈز) جسے ۱۹۳۹ء میں صدیقی نے صرف خام شکل میں کشید کیا تھا وہ ایک طاقتور دوا، ریسرپائن نکلی، جسے ۱۹۵۲ء میں شلیٹر نے مکمل طور پر دریافت کیا (مولر اور شرکاء، ۱۹۵۲ء)۔

تفرید کی جدید فنی اسلوب کی دستیابی کے بغیر، ان نامیاتی اساس (الکلائیڈز) کو مکمل طور پر یکساں اشکال میں، خام ماحاصل سے الگ کرنا، قلمیت کے فن کی ایک بلاشبہ فتح تھی جس میں صدیقی ماہر استاد تھے۔ تاہم، کامیاب نتیجہ نہ صرف قلمیت کی مہارت سے حاصل کیا گیا بلکہ نامیاتی اساس (الکلائیڈز) کی مختلف بنیادی باتوں اور نمکیات کی مختلف حل پذیریوں کا بھی فائدہ اٹھا کر حاصل کیا گیا۔ صدیقی کی طرف سے منفصل نامیاتی اساس (الکلائیڈز) کے مکمل بناوٹ کا تعین ان کے تحقیقی مشن کا حصہ نہیں تھا۔ پودوں کے صحیح منبع کا انتخاب کرنے اور غیر معمولی حیاتیاتی سرگرمیوں کے ساتھ اہم مرکبات کو علیحدہ کرنے اور بڑی محنت کے ساتھ انحطاطی کام کو اس مقام تک انجام دینے کی صلاحیت تھی جب یہ ثابت ہوتا کہ مرکبات میں منفرد ساخت تھے اور جو بھی مکمل ساخت کے تعین پر کام کرتا ہے اسے خوب رو انتخاب کی دعوت کرتا ہے۔ نامیاتی اساس (الکلائیڈز) کے اجملین گروہ کے لیے، اس چیلنج کو سر رابرٹ رابنسن نے اٹھایا، جو اس صدی کے سب سے زیادہ ہمہ گیر اور بااثر برطانوی کیمیادان تھے۔

سر رابرٹ رابنسن نے بشکریہ سی۔ آئی۔ بی۔ اے۔ تجربہ گاہوں ، ہندوستان سے حاصل کی گئی ۳۰۰ کلو گرام زمینی چھال آر سرپینٹینا اور اس کے مواد سے ۳۰ گرام اجملین ہائیڈروکلورائیڈ علیحدہ کیا، جو کہ برصغیر کے غریب سائنسدانوں کے خوابوں سے بھی پرے تھا۔ ساختی مطالعات (انیٹ و شرکاء، ۱۹۵۴ء) کی وضاحت کرنے والے مقالے میں، رابنسن نے تفریدی کام کے حوالے سے دونوں صدیقیوں کی اہم شراکت کو تسلیم کیا ہے لیکن ان کے کیمیاوی مطالعات کا صرف ایک بے دلی سے سہرا دیا ہے، جس نے اس مصنف کے خیال میں مالیکیولز کی کچھ کلیدی خصوصیات ثابت کئے گئے تھے۔ اجملین چھوٹی چندن (راؤول فیا سرپینٹینا) کا بنیادی نامیاتی مرکبات تھا، جیسا کہ صدیقی کی توقع تھی، رابنسن نے ایک نئے مالیکیولر کو منفرد ساخت کا مالک پایا گیا۔ رابنسن نے اجملین کی اصل وضع دی (انیٹ و شرکاء، ۱۹۵۴ء) ، تاہم، اس موضوع پر حتمی لفظ نہیں ہونا تھا۔ تاریخ نے اپنے آپ کو دہرایا اور ہارورڈ یونیورسٹی کے آر بی ووڈورڈ نے اجملین کے ڈھانچے کو اسی سلوک سے مشروط کیا جو اس نے پہلے جوہر کچلا کے رابنسن ساخت کو پیش کیا تھا: صرف کاربن۔ کاربن بندھن (بانڈ) کو ایک مقام سے دوسری مقانم پر لے جانے سے اجملین (اے) کا صحیح ساخت اخذ کی گئی تھی۔ (ووڈورڈ، ۱۹۵۶ء)۔ مرکزی نامیاتی اساس (الکلائیڈز) کی ساخت کے ساتھ، صدیقی کی ہم۔ اجملائن (آئسو اجملائن)، جیسا کہ نام کا مطلب ہے اجملین کا، کاربن (۲۰) اپی مر، (ایسا مالیکیول جس میں ایک سے زائد غیر تشاکل کاربن ایٹم پائے جائے) دکھایا گیا تھا۔ امریکہ میں سرپینٹائن اور سرپینٹائن پر بعد کے ساختی مطالعات سے پتہ چلتا ہے کہ ان مرکبات میں متعلقہ ڈھانچے تھے۔ کافی ابتدائی معلومات کی بنیاد پر ان دونوں نامیاتی اساس (الکلائیڈز) کو ایک ہی خاندان میں رکھنا صدیقی کی کیمیائی وجدان کو بلا شبہ خراج تحسین ہے۔ اجمالیسن کو، تاہم، غلط طور پر درجہ بندی کیا گیا تھا اور اس کی ساخت اجملین کے مقابلے نامیاتی اساس (الکلائیڈز) کے سرپینٹائن گروہ سے زیادہ قریبی تعلق رکھتی ہے۔

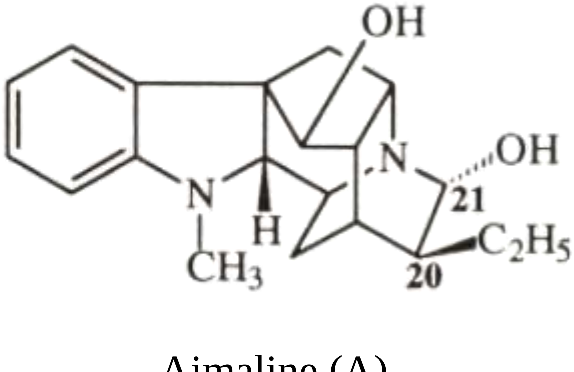

Ajmaline (A)

تصویر۔۱ اجملین کی ساخت

تفریدی کے قریباً ایک چوتھائی صدی کے بعد، اجملین کے علاج معالجے کے استعمال کا پتہ لگایا گیا۔ نامیاتی مرکبات کو تجرباتی طور پر حوصلہ افزائی شدہ اور واضع علامات کے بغیر کا مرض (بغیر واضع علامات کے عارضہ ء قلب کے پٹھوں کی غیر مربوط مروڑ) کا مقابلہ کرنے والی کوئنڈائن جیسی کارروائی کے حامل پایا گیا تھا۔ مطبی آزمائش میں اجملائن کے استعمال سے دل کے پژمردگی کے واقعات میں کمی کی وجہ سے کوئنڈائن سے برتر پایا گیا تھا۔ ان ابتدائی امید افزا نتائج کے پیش نظر، اجملین پر مشتمل متعدد دواسازی کی تیاریوں نے کلبی معالجہ میں ایک اہم مقام حاصل کیا اور نامیاتی اساس (الکلائیڈز) کو ایک 'حیرت انگیز دوا' کے طور پر سراہا گیا۔ سلیم الزمان ۱۹۳۰ء کی دہائی میں اصل اشاعتوں میں ان کی طرف سے کیے گئے زیادہ معمولی دعووں کے پر جوش رد عمل کے متصادم ہے:

راؤول فیا نامیاتی اساس کے ساتھ دواسازی نتائج اور مطبی آزمائش کے پیش نظر، یہ دوا خود کو مختلف دماغی بیماریوں کے علاج میں استعمال ہونے والی سکون آور ادویات کی فہرست میں ایک اہم اضافہ کے طور پر قائم کرنے کا ایک اچھے مواقع پیش کرتی ہے۔

جاری ہے---